# وجوہ و فحواء

جس طرح شوہر کا حق زوجہ پر ہے اسی طرح اُس کا حق شوہر پر ہے اور بہ تاکید ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کے ساتھ نیکی۔ شرافت۔ احسان۔ ہمدردی کا سلوک کرے۔ سورہ بقرہ و سورہ طلاق میں بھی ان احکام کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ان آیات کریمہ سے واضح ہے کہ شوہر کے لیے صرف دو صورتیں قرار دی گئی ہیں۔ یا تو اُس کو اپنی زوجیت میں رکھکر اُس کے حقوق ادا کرے یا شریفانہ طور پر اُس کو چھوڑ دے بمقدمہ مبارک النساء بیگم بنام سید اشرف احمد مندرجہ نظائر جوڈیشل کمیٹی صفحہ ۱۳۵۲ نواب صدیق یار جنگ بہادر ان مسائل پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" اگر وہ ایسا نہ کرے تو یہ ظلم صریح و عظیم اور حکم شریعت سے عدولی ہے" اس وجہ سے ان صورتوں میں قاضی مجاز ہے کہ وہ اس عورت کو مضرت سے بچانے کے لیئے نکاح کو فسخ کر دے اور اُس کی راہ کھول دے اور اگر عورت کی زیادتی ہے تو خلع سے اور مرد کی ہے تو تفریق سے علیحدگی کر دے۔ اگر شوہر طلاق نہ دے تو یہ ظلم ہوگا۔ پس رفع ظلم کے لیئے قاضی شوہر کا نائب ہو جائیگا۔

حضرت ابو حنیفہ کے سوا بقیہ یعنی جمہور کا مذہب یہی ہے۔ انہوں نے اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے طلاق و تفریق کے معاملات میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے لیکن حنفی مفتی کو اجازت ہے کہ وہ "مصلحت اور ضرورت رفع مضرت" کو محسوس کرتا ہے تو بلا تامل دوسرے امام (مالک۔ شافعی) کی تقلید کرے۔ سب فقہا نے اس کی اجازت دی ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے مذہب پر فتوےٰ دیا جا سکتا ہے چنانچہ مفقود الخبر شوہر کے مسئلہ میں امام مالک کی تقلید دوسری جماعتوں نے بھی کی ہے۔ فیصلہ متذکرۂ صدر میں قاضی کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ " حاکم وہ شخص ہے جو سلطان کی طرف سے

معین وقائم کیا جاتا ہے کہ وہ مخاصمت اور دعاوی جو لوگوں میں واقع ہوتے ہیں ان کا فیصلہ اور قطع و استعمال کرے احکام مشروعہ کی توفیق کے لیے "

مقدمہ مذکور میں راجہ بہادر پنڈت گرراؤ صاحب نے بحیثیت حاکم ابتدائی مجلس عالیہ عدالت فسخ نکاح وتفریق کی ڈگری بحق زوجہ صادر کی تھی اور مسٹر امیر علی صاحب مرحوم کے تصانیف کا حوالہ دیتے ہوئے یہ رائے ظاہر فرمائی تھی کہ "قاضی کے طلاق پڑنے کا حق ایک حدیث صحیح پر مبنی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی عورت کے نکاح سے نقصان ہو تو اس کو فسخ کرنا چاہیئے" بناراضی تجویز عدر شوہر کی جانب سے مجلس عالیہ عدالت میں مرافعہ ہوا اور منظوری مرافعہ دعوئ مدعیہ مختلف وجوہ سے خارج فرما دیا گیا۔ لیکن جوڈیشل کمیٹی سے تجویز مجلس عالیہ عدالت صیغہ مرافعہ منسوخ اور تجویز ابتدائی بحال رہی۔

جوڈیشل کمیٹی کی رائے پیشگاہ خداوندی سے ذریعہ فرمان مبارک مورخہ ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۵۱ھ منظور ہوئی۔ اور مسائل زیر بحث پر جوڈیشل کمیٹی کی مذکورہ تجویز سے کافی روشنی پڑ چکی ہے اور میری دانست میں بھی مسودہ ہذا کی منظوری میں اب کوئی دشواری نہ ہوگی۔ چنانچہ نواب صدیق یار جنگ بہادر نے تجویز فرمایا ہے کہ علمائے مدراس کے فتوے ایک رسالہ کی صورت میں اور مفتی سید عبداللطیف صاحب و محمد میر صاحب وغیرہ وفیران جامعہ عثمانیہ مولانا عبدالقدیر صاحب و مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کے فتاوے تائیدی پیش تھے اور چوٹی کے علماء مثلاً ابوالکلام آزاد وغیرہ لفظ بہ لفظ متفق "

اگر اس مقدمہ کے خاص حالات نہ ہوتے یعنی یہ کہ "زوجہ کی فی الواقع ۱۲ سال تک شوہر نے رخصت نہیں کرائی تھی نہ خلوت صحیحہ کا موقع آیا تھا۔ مدعیہ شافعی ہوگئی تھی۔ مہر معجل و نفقہ باوجود ڈگریابت عدالت ادا نہیں کیا گیا تھا۔ نہ ادائی کی توقع تھی اور بطور واقعہ عدالت نے یہ قرار دیا تھا کہ شوہر کی خواہش فی الواقع زوجہ کو رکھنے کی نہیں تھی بلکہ مہر معاف کرا کر فسخ نکاح کا خواہشمند تھا وغیرہ۔ اگر

یہ سب خاص حالات اس مقدمہ کے نہ ہوتے تو یہ فیصلہ بطور نظیر ممکن ہے کافی ہوتا۔ منجملہ تین مجوزین فیصلہ کے ایک ذی علم مجوز نے فیصلہ صادر فرمایا اور بقیہ ذی علم حکام نے نتیجہ سے اتفاق فرمایا ہے۔

ان مسائل پر عوام الناس کو غلط فہمی ہے۔ برٹش انڈیا کے فیصلہ جات اور بعض شارحین کی رائے سے مسئلہ بجائے صاف ہونے کی پیچیدہ ہوگیا ہے نکاح بطور ایک بیع کے تصور کیا گیا ہے۔ مسٹر ملا ہینڈ بک آف محمڈن لا میں صرف دو صورتیں عورت کے جانب سے بذریعہ عدالت فسخ نکاح کرانے کی بتلاتے ہیں یعنی نامردی (عنین) اور لعان۔ یہی کتب عموماً وکلا و عدالتوں کے استعمال میں رہتی ہیں۔ بہ لحاظ ان کا ڈول کے بھی جو اس بارے میں ہیں ہر عدالت سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اصلی احکام کے بغور ملاحظہ کے بعد فیصلہ صادر کرے اس مسودہ کا پیش کیا جانا عملی نقطۂ نظر سے اب بے انتہا ضروری ہوگیا ہے۔ چنانچہ ریاست بھوپال میں اس ضرورت کو محسوس کر کے ایک اسی قسم کا قانون نافذ کیا گیا۔

آل انڈیا لیڈیز کانفرنس زیر سرپرستی بیگم صاحبہ بھوپال تھی۔ بیگم صدر یار جنگ بہادر اس کی معتمد ہیں۔ تمام ہندوستان میں اور حیدرآباد میں اس کی شاخیں ہیں۔ اس کو مسلم خواتین ہند کے متحدہ خیالات پیش کرنے کا حق تھا۔ اجلاس یازدہم زیر صدارت لیڈی آسما نجاہ فرخندہ بنیاد میں منعقد ہوا تھا جس میں تمام ہندوستان کے اراکین شریک تھے۔ آبرو بیگم صاحبہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ خلع کے صاف مسئلہ کو سخت ترین پیچیدہ کر دیا گیا ہے،، اور جو قانون ہندوستان کی عدالتوں میں شرع شریف کے نام سے جاری ہے یہ اصلی احکام کے مطابق نہیں ہے" چند سال کی بات ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے انتھک کوشش سے قانون وقف علی الاولاد منظور کرایا تھا،، " اس کے متعلق دیوبند کے مشہور علامہ اور محدث مولوی انور شاہ صاحب کے خطبۂ صدارت اجلاس جمعیت العلما سے ایک اقتباس سنا دینا کافی سمجھتی ہوں۔ اگر آج اعداد و شمار سے کام لیا جائے ..... تو ہندوستان میں ایسی عورتوں کی تعداد ..... جو زبان تشبیہ کو محتاج ہیں ظالم شوہروں نے ان کو معلق بنا کر چھوڑ رکھا ہے لاکھوں تک پہونچی ہے،، بیگم صاحبہ موصوفہ نے

ریاست حیدر آباد سے بھی ایک ایسا قانون بنانے کی درخواست کی ہے کہ جس سے خلع طلاق وغیرہ کی مسائل صاف ہو جائیں

## کانفرنس مذکور کی تحریک نمبر ۱۳ حسب ذیل ہے:-

"یہ کانفرنس اس امر کی ضرورت محسوس کرتی ہے کہ خلع جو شرع شریف کا ایک اہم مسئلہ ہے جس سے مستورات ضرورت کے وقت کام لے سکتی ہیں مگر چونکہ وہ مروجہ قانون کا جزو نہیں ہے۔ اس لیئے طبقۂ نسواں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا لہذا اس مسئلہ پر قانون بنانا بہت ضروری ہے۔ یہ کام ممبران کونسل کا ہے ...... ممبران کونسل سے تحریک کی جاتی ہے کہ وہ اس ضروری اور اہم مسئلہ کو قانون میں شامل کرنے کی کوشش فرمادیں"۔ اس مسئلہ کی محرک اور موئید ممالک محروسہ سرکار عالی سے دو بیگمات جنابہ مسز امیر حسن صاحبہ وجنابہ مسز ناظر یار جنگ تھیں۔ یہ تحریک بالاتفاق منظور ہوئی۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیجی گئی۔ رپورٹ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ تحریک گورنمنٹ سرکار عالی کو بھیجی گئی یا نہیں

مجھکو اس تحریک کے الفاظ سے بحث نہیں ہے بلکہ اس کے اصلی مقصد سے۔ اور میری دانست میں فی زمانہ کانفرنسوں کی اس قدر کثرت ہے کہ ان بیگمات کے خیالات وعقائد کی طرف توجہ دلانا بے موقع نہوگا جنھوں نے اس میں حصہ لیا۔ چنانچہ تحریک نمبر ۴ باوجود مخالفت بہ تائید آبرو بیگم صاحبہ کثرت آراء سے منظور ہوئی کہ "اس کانفرنس کی رائے میں پردہ ہر مسلمان اور شریف خاتون کے لیے نہایت ضروری اور موجب عزت ہے" اور اس کانفرنس کی تمام کارروائی میں سنجیدگی اور اعتدال خاص طور پر نمایاں ہے۔

آل انڈیا ویمنس کانفرنس منعقدہ دہلی اور بین الاقوامی ویمنس کانفرنس میں جہاں تک اخباری اطلاع کی بنا پر خیال پڑتا ہے اسی قسم کی تحریکات زیر بحث رہیں اور پیش ہونے والی ہیں۔

ان تحریکات مباحث فیصلجات وفتاوے سے جن کا حوالہ میں نے ان وجوہ وفحوا میں

دیا ہے۔ اس مسودہ کی ضرورت اور اس تحریک کے مقبول عام ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

اس قسم کے مقدمات اِن غلط فہمیوں کی وجہ سے عدالتوں میں بہت کم رجوع ہوتے ہیں۔ مرد کا یہ خیال کہ وہ عورت کو نکاح میں بلا لحاظ اپنے اعمال کے روک سکتا ہے ملک کے لیے اس قدر خوفناک ہوگیا ہے کہ عورتوں نے اس مشورہ کی بنا پر کہ مظالم شوہری و عدم ادائی نفقہ سے مذہب اسلام میں ان کو خلاصی نہیں۔ تبدیل مذہب کر لیا۔ ایک طلب زوجہ کے مقدمہ میں مجھ سے اس قسم کا مشورہ لیا گیا تھا اتفاق سے زوجہ ایرانی تھی۔ میں نے اس کو ایران چلے جانے کا مشورہ دیا اس نے اس پر عمل کیا۔ فی الواقع تبدیل مذہب کی نیت نہیں ہوتی بلکہ ایک حیلہ نکالا جاتا ہے۔

گذشتہ سال ایک مقدمہ میں دارالقضا رابدہ نے ایسے ارتداد کو جو صرف اس نیت سے کیا گیا ہو حقوق شوہری کے زائل ہونے کے لیے کافی تصور نہیں فرمایا۔ دفعہ (۷) انہیں صورتوں کے لیے مسودہ ہذا میں وضع کی گئی ہے۔ اصول مندرجہ دفعہ مذکور کی تائید شرع شریف و نیز نظائر برٹش انڈیا و عام اصول قانون سے بھی ہوتی ہے کہ کسی شخص کو اپنے ایسے فعل سے دوسرے کے حقوق کے مقابلہ میں فائدہ نہ پہونچنا چاہیئے جو نیک نیتی پر مبنی نہ ہو اور جو صرف بطور حیلہ کیا گیا ہو۔ اور نہ اس صورت میں عدالت ہائے منصفت دادرسی عطا کرتی ہیں۔ دوسری طرف مرد پر بھی اس غلط فہمی کے اچھے اثرات نہیں پڑے۔

قیس بن ثابت کی بیوی سے جبکہ وہ خلع چاہتی تھی آں حضرتؐ نے فرمایا کہ تم ان کا (شوہر کا) مہر واپس کردو گی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے قیس سے فرمایا کہ باغ قبول کرو اور انہیں طلاق دو۔ اس کے متعلق پروفیسر مولانا عبدالقدیر صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے ان کو طلاق کا حکم دیا اسی طرح قاضی مناسب سمجھے گا تو شوہر کو خلع کرنے اور مہر کے عوض طلاق دینے کا حکم کریگا اور اس کی تعمیل کرائیگا یہ روایت لعان کی ہے۔ آنحضرتؐ کے احکام موجود ہیں کہ شوہر پر واجب ہے کہ خرچ دے۔

جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نفقہ دے یا اگر نفقہ دینے کی استطاعت بھی نہ رکھتا ہو تو الگ کر دے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں زن و شوہر جھگڑتے ہوئے آئے ہر ایک کے ساتھ ان کی طرفدار جماعت تھی آپ نے وجوہ معلوم کر کے طرفین کو حکم مقرر کرنے کا حکم دیا اور جب ہر ایک کے حکم مقرر ہو گئے تو ہدایت کی کہ اگر حالات کا اقتضا ہو تو دونوں کو ملا دو اور اگر تفریق بہتر ہو تو تفریق کرا دو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ایسے احکام ہوئے ہیں۔ جن سے ان احکام کی تائید ہوتی ہے۔

احکام شرع شریف مسلمانوں کے لیئے ہمیشہ کے واسطے کافی ہیں۔ ان میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے مگر کسی کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ اختلاف کا خوف پیدا کر کے اغراض شرع شریف کی تکمیل و تعمیل میں مزاحم ہو۔ یہ مسودہ ان مسودوں کی طرح نہیں ہے جن سے مسلمانوں کو اختلاف ہو اگر کسی ایسے قانون پر جو مسلمانوں کو احکام شریعت کی تابع کرے اعتراض ہو سکتا ہے تو اس پر بھی۔ سارد ایکٹ جو اس وقت عارضی طور پر ملتوی ہے ایک خاص نقطہ نظر پر مبنی تھا اور صحیح یا غلط طور پر بعض مسلمانوں کو بعد میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس میں کوئی چیز احکام اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن یہاں اس مسودہ کی غرض ہی صرف تعمیل احکام شرع شریف ہے۔ تفریق اور طلاق اگر ناپسندہ ہے تو ظلم حرام ہے۔ اگر نتائج قیام و فسخ ازدواج کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا جائے سورۃ مائدہ آیت ۲۸ و ۲۹ متعلق ہے جہاں پر حکم ہے کہ دو شروں میں سے خفیف تر شر اختیار کیا جائے۔

اس مسودہ کے منظور ہو جانے سے اس بارے میں دوسرے قوانین کے وقت بے وقت نافذ ہو جانیکا اندیشہ نہ رہیگا۔ جو احکام شرع کے مطابق نہ ہوں یا ان کی تعمیل کرنا ان کا مقصود نہ ہو سارد ایکٹ بھی۔ بلحاظ دفعات (۵) و (۶) مسلمانوں کی حد تک غیر متعلق ہو جاتا ہے۔

معاشرتی و تمدنی ترقی کے لیئے عورت کا مرد سے ہم خیال رہنا ایک زبردست نشان اولاد کی تمدنی اور معاشرتی زندگی کی ترقی کا ہو سکتا ہے۔ اگر عورت خواہ کسی مرد سے اولاد رکھتی ہو یا

نہیں مرد کے مظالم سے بے جا پریشان ہے تو یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ اگر وہ صاحب اولاد ہے تو اولاد کی بدبختی بھی اس کے ساتھ لگی رہے گی اور اگر صاحب اولاد ہونے سے پہلے اس ظلم ناروا کا شکار ہوگئی ہے تو اس کی پر الم زندگی دلخراش ہوگی ۔ ازدواجی زندگی اور اولاد کا اثر سوسائٹی پر اس قدر زبردست ہے کہ ایسی سوسائٹی کمزور اور بے اثر ہو جاتی ہے ۔

مردوں کو اس وجہ سے کہ وہ اس صنف کی حفاظت ناموس وصحت و آسایش کے ذمہ دار ہیں اور سینیر پارٹنر (SENIOR.PARTNER) کی حیثیت رکھتے ہیں شرع شریعت نے ہدایت دی ہے کہ حسن سلوک سے انہیں اپنا بنا لیں اور اگر ان میں کسی وقت اسباب ناراضگی کا پیدا ہونا ناقابل اندفاع ہو تو اسباب معقول کے پیش نظر ان کو عقد کی پابندیوں سے آزادی دی جائے ۔

میرے خیال میں اہل سنت والجماعت میں تغیر احکام میں جو طریقہ خیال کیا جاتا ہے اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ شرعی قاضی کو ایسے شوہر کا ظلم دور کرنے کا حکم تھا جو زوجہ پر مظالم کرے اور یہ شرعی قوانین تعزیری کی رو سے وہ کر سکتا تھا جو اب باقی نہیں رہا اور نہ وہ صورت اب متعلق ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شوہر تعزیر سے بچ کر اپنے آپ کو ان معاملات میں عقاب کی حد تک آزاد سمجھنے لگا ۔

سنت والجماعت کے ائمہ کبار میں ان امر کا اجتہاد جس سے مرد کے مظالم کا انسداد کیا گیا ہو زیادہ پسندیدہ نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور یہ بھی ایک اصول ہے کہ بصورت اختلاف فتاوے ایسے فتاوی پر عمل کیا جائے جتنے ظلم دور ہو یا جن سے کمتر مضرت پہونچے آیات سورۃ مائدہ تذکرۂ صدر )

فقہا نے ایسی بندشوں سے خلاصی کیلئے جو نکاح سے عائد ہوتی ہیں ۔ ظلم ناروا ۔ مرض لاعلاج و بدسلوکی ۔ و مفقود الخبری وغیرہ اشکال میں اس امر کی اجازت دی ہے کہ ان میں طلاق

وخلع و تفریق کی سہولتیں پیدا ہوں

اس مسودہ کے مرتب کرنے میں تفصیلات کو عمداً ترک کیا گیا ہے اور ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ عدالتیں انصاف اصلی کر سکیں اور مظالم کا انسداد ہو۔ اس کا موقع نہ رہے کہ حیلے حوالے سے دشواریوں یا لفظی مباحث پر احکام شرع شریف کی تعمیل میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں۔

خیار بلوغ و تبدیل مذہب کے متعلق دفعات بھی اس لحاظ سے رکھے گئے ہیں۔

عدالت کے اختیارات ایسے محدود یا معین نہ ہونا چاہیئے کہ کسی خاص حالت میں جو ضعان قانون کے اس وقت پیش نظر نہ ہوں عدالتیں انصاف نہ کر سکیں۔ بلکہ عدالتوں کو نہایت آزادی کے ساتھ حسب احکام شرع شریف ان امور میں فیصلہ کے ذریعہ انصاف کرنے کا موقع ملنا چاہیئے اور یہ رعایا کا حق اور حکومت اور واضعین قانون کا فرض ہے۔ چنانچہ شرع شریف نے قاضی یا عمل یعنی ایسے قاضی کے جو فی الواقع فصل خصومات کا کام کرتا ہو فتاوی کو زیادہ قابل عمل خیال کیا ہے۔ اسی بناء پر امام ابو یوسف کے فتاوی مرجح سمجھے گئے۔

اس مسودہ میں کوئی مکمل ضابطہ بنانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے اس معنی میں کہ دوسرے اشکال تفریق مثلاً لعان وغیرہ کی صراحت نہیں ہے۔ مہر۔ نفقہ۔ عدت۔ رضاعت۔ ولایت۔ حضانت کے نتائج جو احکام قانون ہذا سے متعلق پیدا ہوں گے ان کی بھی صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے لیے احکام شرع شریف کافی ہیں۔

دفعہ (۶) یعنی خیار بلوغ کی صورت میں عورت کو حق مہر نہ ہوگا۔ دفعہ ۳ میں اس کی حفاظت کی گئی ہے کہ عدالتیں عورتوں کے یک طرفہ بیانات پر تجاویز صادر نہ کریں۔

ایک خیال یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ چونکہ نکاح کی گرہ کا منقطع کرنا نہایت ناپسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا ہے اور زوجین میں بصورت نزاعات صلح احسن ہے۔ اس لیے کافی مواقع اور مدت تصفیہ نزاعات

باہمی کا ملنا چاہیئے جس کی تائید روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے اور نہ اس سے کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے۔ مسودہ ہذا میں اس کی جملہ حالات کے اعتبار سے کافی گنجائش ہے۔ الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں کہ کسی انفرادی واقعہ یا محض چند واقعات سے جب آئندہ بہتری کی توقع قوی ہو ان اختیارات کا نفاذ نہ کیا جائے۔ تعبیر قانون کے اصولوں سے جو واقفیت رکھتے ہیں وہ اس کو محسوس کرینگے یہ بھی مدنظر رہے کہ موجودہ تنظیم و ضابطۂ عدالتی میں عدالت کا کوئی ذاتی دلچسپی لینا پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا لیکن ضابطہ اور عدالتہائے مرافعہ کی جکڑبندیاں موجود ہیں جو پہلے نہ تھیں۔

عدالتی تجربہ کی بنا پر بلا شبہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر مقدمہ میں عدالت ضلع بیرون عدالت کو موجودہ ضابطہ کے تحت نہ صرف پسندیدہ نظر سے دیکھتی ہے بلکہ جب بلا مزید طوالت فیصلہ پر آمادہ ہو جاتی ہے تو اس وقت بھی اس بنا پر کہ فریقین میں مصالحت کا امکان ہے مواقع دینے سے انکار نہیں کیا جاتا موجودہ ضابطہ نے مقدمات کا دوران لازمی طور پر لیا رکھا ہے اور ایسے مواقع فریقین کو ایک دوسرے کا مقدمہ معلوم کرنے۔ جوابدہی کرنے شہادت پیش کرنے وغیرہ کے دیئے ہیں کہ اس بارے میں شکایات کی گنجائش نہیں ہے۔ ضابطہ مقدمات دیوانی ابتدائی مرافعہ نگرانی تجویز ثانی کے ایسے مختلف مدارج ہیں کہ مقدمہ بازی کو ایک قیمتی شوق بھی کہا گیا ہے جہاں امکان صلح ہو اول تو مقدمہ دائر کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی نوٹس و ترتیب عرضی دعوے کی نوبت ہی پر نزاع ختم ہو جائے گی یا کم سے کم مقدمہ مدارج آخری طے نہ کرسکیگا۔ البتہ جہاں پر درخواست یا استغاثہ گذرتے ہی فوراً کسی کارروائی کے قطعی طور پر طے ہو جانے کا اندیشہ ہو وہاں پر ایسے قیود ضروری ہیں۔ ایسے قیود دیری دالست میں احکام قانونی اضافی یعنی ضابطہ ہیں نہ کہ جزو قانون اصلی۔

بہمہ وجوہ اس مسودہ کے پیش کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے فقط ۱۰ دے سنہ ۱۳۴۳ف

خلیل الزماں صدیقی بیرسٹر (رکن مجلس وضع قوانین وغیرہ)